قرآن محکم کی شان عظیم

(۳)

از: مولانا مفتی رشید احمد فریدی

مذکورہ بالا عنوان کے تحت مضامین کی قسط اوّل ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق مارچ ۲۰۰۹ء کے شمارہ میں اور دوسری قسط جمادی الاولیٰ والثانیہ ۱۴۳۰ھ کے مشترکہ شمارہ میں شائع ہوئی ہے، تسلسل کے لیے قارئین کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے۔

صُحُفِ ربّانیہ کی تعداد اور قرآن کی جامعیت:

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ حسن بصریؒ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں اور اُن سب کے علوم چار کتابوں: توریت، انجیل، زبور اور فرقان میں جمع فرمادیئے، پھر مذکورہ تین کتابوں کے علوم قرآن پاک میں محفوظ کردیئے۔(۱)

کتبِ سماویہ کا زمانۂ نزول:

حضرت واثلہ بن الاسقعؓ سے مروی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تورات ۶/رمضان المبارک کو نازل ہوئی، انجیل ۱۳/رمضان کو، زبور ۱۸/رمضان کو اور قرآن مجید ۲۴/رمضان میں نازل ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ صحیفۂ ابراہیم یکم رمضان کو نازل ہوا۔(۲) (اسباب النزول للواحدی،ص:۱۵)

کتبِ الٰہیہ کی زبان:

اہل جنت کی زبان عربی ہونے کی وجہ سے گویا وہی انسان کی اصلی زبان کہی جاسکتی ہے اور اس لیے وحی کے لیے بھی یہی زبان پسند کی گئی؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے دنیا میں عربی زبان کے علاوہ دوسری زبانیں بھی پیدا فرمائی ہیں تاکہ ہر انسان بہ سہولت اپنے مافی الضمیر کو ادا کرسکے اور اسی وجہ سے ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنی قوم کی زبان میں مبعوث فرمایا – وَمَا اَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُم – تاکہ وہ پیغام خداوندی جس کا

نزول ان پر عربی زبان میں ہوتا ہے،اس کی ترجمانی اور توضیح اپنی قوم کے سامنے ان کی مادری زبان میں فرماتے رہیں؛ چنانچہ عَنْ سُفیانَ مَا نزَل مِنَ السَّمَاءِ وَحْيٌ إلَّا بِالعربيةِ وَ كَانَتْ الأنبِيَاءُ عليهمُ السلامُ تُتَرجِمُهٗ لِقَومِهِمْ بِلِسَانِهِمْ(۳) سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ وحی تو عربی زبان میں ہی نازل ہوئی پھر ہر نبی نے اپنی قوم کی زبان میں اس وحی کی ترجمانی فرمائی۔ برخلاف قرآن مجید کے کہ وہ جس زبان میں نازل ہوا وہی نبی علیہ الصلاۃ والسلام اور قوم کی مادری زبان اور تمام انسانوں کی فطری اور اخروی زبان تھی؛ اس لیے قرآن جس طرح نازل ہوتا تھا، بعینہٖ اسی طرح قوم کے سامنے پیش کردیا جاتا اور اسی طرح زبانی وتحریری طور پر محفوظ کرلیا جاتا تھا۔

بتدریج نزولِ قرآن کی چند حکمتیں:

آسمانی کتاب کے نزول کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ پوری کتاب یکبارگی اُتاردی جائے تاکہ تمام احکام پر عمل درآمد ایک ساتھ شروع ہوجائے، (۲) دوسری صورت تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت نازل ہو۔ آخری کلام الٰہی کے سوا تمام کتب سماویہ اور صحیفے یکبارگی نازل ہوئے۔(۴) اورقرآن مجید دونوں کیفیتوں کا جامع ہے؛ چنانچہ لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر دفعۃً ہی نازل ہوا ہے إنا أنزلنهٗ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ جس کی حکمت علامہ سخاویؒ یوں بیان کرتے ہیں: قَالَ السَّخَاوِیُّ فِیْ جَمَالِ الْقُرَّاء: فِیْ نُزُوْلِهٖ إلى السَّمَاءِ جُمْلَةً تَكْرِيْمُ بَنِیْ آدَمَ وَتَعْظِيْمُ شَأنِهِمْ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَتَعْرِيْفُهُمْ عِنَايَةَ اللّٰهِ بِهِمْ وَرَحْمَةً بِهِمْ(۵) یعنی فرشتوں کے نزدیک بنی آدم کی تعظیم وتکریم اور یہ بتلانا ہے کہ امتِ محمدیہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت وعنایت کی مستحق ہے۔ پھر سمائے دنیا سے نبی آخر الزماں ﷺ کی مقدس ذات پر ضرورت کے مطابق بتدریج نازل کیا گیا، جس کی چند حکمتیں یہ ہیں:

(۱) حفظ آسان ہو۔

(۲) فہم معانی میں سہولت ہو۔

(۳) پورے کلام کا ضبط کرنا سہل ہو۔

(۴) لوگوں کے لیے عمل میں راحت ہو دشواری نہ ہو۔

(۵) شانِ نزول دیکھ کر معنی ومراد متعین کرنے میں اعانت ہو۔

(۶) ضرورت پر بروقت جواب ملنے سے پیغمبر اور مسلمانوں کے لیے باعثِ تسکینِ قلب ہو۔

(۷) ہر آیت کے نزول پر قرآن کا اعجاز اور عہدِ الست کی یاد تازہ ہو۔

(۸) بار بار حضرت جبرئیلؑ کی تشریف آوری سے برکت کا نزول اور مسرت حاصل ہو(۶)

قرآن مجید کے اوّلیات وآخریات:

اولیت وآخریت کسی چیز کی ایک ایسی حقیقت ہے جس سے اس شئی کی تأسیس وانشا، تکمیل وانتہاء کی تاریخ معلوم ہوتی ہے، اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ دو متعارض احکام یا واقعات میں ترجیح دینا آسان ہوتا ہے۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ صاحبِ اولیت وآخریت کے لیے باعث فضیلت وشرف ہے؛ چونکہ یہ دونوں وصف محمود ہیں اور تمام محامد کا حقیقی مستحق اللہ رب العزت ہے اس لیے واقعی اولیت وآخریت تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ثابت ہے۔ دیکھیے حق تعالیٰ نے اپنے کمال کا اظہار جن اسمائے حسنیٰ سے فرمایا ہے ان میں هُوَ الأوَّلُ وَالآخِرُ (الحدید) بھی نمایاں ہے۔ نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مذکورہ فضیلت حاصل ہے، جسے آپ نے مختلف مواقع میں بیان فرمایا ہے، مثلاً انَا اَوَّلُ النَّبِیِینَ خَلقاً وَآخِرُهُم بَعثاً، أنَا آخِرُ الأنبِیاءِ لَا نَبِیَّ بَعدِی، أنَا أوَّلُ مَن تَنشَقُّ عَنهُ الأرضُ. وغیرہ۔

بہرحال قرآن پاک کے اولیات وآخریات سے متعلق علماء نے جو کچھ کلام کیا ہے اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔(۷)

(۱) علی الاطلاق سب سے پہلی وحی جس کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنائے گئے وہ قرآن پاک کی سب سے پہلی سورہ "إقرأ" کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں، پھر تقریباً تین سال وحی کا سلسلہ مصلحتاً منقطع رہا، جس کو اصطلاح شریعت میں فترۃ الوحی کہتے ہیں (فضائل القرآن لابن کثیرؒ)۔ اِس فترت کے بعد

(۲) سب سے پہلی آیت یا سورہ نازل ہوئی وہ یَا أیُّهَا المُدَّثِّرُ... إلی ... وَلِرَبِّكَ فَاصبِر ہے۔

(۳) سب سے پہلی مکمل سورہ جو نازل ہوئی وہ سورۂ فاتحہ ہے۔

(۴) سب سے پہلی سورہ جو مکہ میں نازل ہوئی وہ سورۂ "علق"، یعنی سورۂ إقرأ ہے۔

(۵) سب سے پہلی سورہ جو کفار مکہ کے سامنے ظاہر ہوئی وہ سورۂ "النجم" ہے۔

(۶) سب سے پہلی سورہ جو مدینہ میں نازل ہوئی وہ سورۂ "تطفیف" ہے۔

---

(۱) سب سے آخری سورہ قتال وجہاد کے اعتبار سے سورۂ "برأت" ہے۔

(۲) سب سے آخری آیت میراث کے اعتبار سے يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ الخ ہے۔

(۳) سب سے آخری آیت احکام کے اعتبار سے، آیت رِبا ہے۔

(۴) سب سے آخری سورہ، سورۂ ''نصر'' ہے۔

(۵) اور مطلقاً سب سے آخری آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ الخ ہے۔

حصصِ قرآن کی تشریح:

سورتوں اور آیتوں کی تعداد نیز مضامین کی تفصیل وتکرار کے لحاظ سے مشہور قول کے مطابق قرآن پاک کے چار حصے بتائے گئے ہیں: طوال، مئین، مثانی، مفصلات۔ واثلہ بن الاسقع حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سات لمبی سورتیں مجھے دی گئیں جو بمنزلۂ تورات کے ہیں اور مجھے مئین، دی گئیں جو انجیل کے درجہ میں ہیں اور مجھے مثانی عنایت کی گئیں جو زبور کے قائم مقام ہیں اور مفصّلات مرحمت فرماکر مجھے دوسرے نبیوں پر فضیلت دی گئی ہے(۸)۔

(۱) **السبع الطوال:** سات بڑی سورتیں یعنی ایسی بڑی سورتیں کہ عموماً ان میں سے ہرایک میں دوسو یا زائد آیتیں ہیں۔ سورۂ بقرہ، آلِ عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، انفال اورتوبہ۔

(۲) **المئین:** وہ سورتیں کہلاتی ہیں کہ ان میں ہرایک میں کم وبیش سوآیات ہیں، یہ سورۂ یونس سے لے کر سورۂ فاطر تک ہیں۔

(۳) **المثانی:** وہ سورتیں کہلاتی ہیں جن میں واقعات وقصص اور نصیحتیں باربار بیان کئے گئے ہیں، یہ سورۂ یٰسین سے سورۂ ق تک ہیں۔

(۴) **المفصلات:** جدا جدا مضامین والی سورتیں، یا ہر دوسورتوں کے درمیان بسملہ کے ذریعہ فصل کی کثرت کی وجہ سے انھیں مفصّل کہا جاتا ہے، یہ سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک ہیں۔

مفصلات کی ابتداء کون سی سورہ سے ہوتی ہے، اس میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بارہ اقوال نقل کیے ہیں۔ ان میں سے امام نوویؒ نے حجرات سے ابتداء والے قول کی تصحیح کی ہے اوراحناف کے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔(۹)

پھر اِن مفصلات کی تین قسمیں ہیں:

طِوالِ مفصل — سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک

اوساطِ مفصل　　　　سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک

قِصارِ مفصل　　　　سورۂ لم یکن سے آخر قرآن تک (۱۰)

محیط میں اسی طرح تصریح ہے اور بالعموم فقہاء بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔(۱۱)

پاروں اور منزل وغیرہ کی تعیین:

مذکورہ بالا حصص اور سورتوں کی تقسیم کے علاوہ وہ تقسیمات جن کی علامتیں قرآن مجید میں ہم پاتے ہیں منزل (حزب) سی پارہ (جزء) نصف، ثلث، ربع۔ عملاً ان سب کا وجود اگرچہ خود حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی تھا، مثلاً حضرت اوس بن حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ آپ لوگ قرآن کو کتنے حصوں میں (یومیہ تلاوت کے لیے) تقسیم کرتے ہیں، تو صحابہؓ نے فرمایا: تین (سورتیں) پانچ، نو، گیارہ، تیرہ اور مفصلات کی سورتوں کا مجموعہ(۱۲)؛ لیکن متعین طور سے تقسیم وتحدید دورِ صحابہؓ کے اواخر یا قرنِ تابعین کے اوائل میں ہوئی جس کا منشاء قرآن کے حفظ وتلاوت اور اس کے معانی کی تعلیم وتدریس کو امت پر سہل کرنا ہے، جس طرح قرآن میں اعراب، نُقاط وغیرہ لگانے کا مقصد امت کو خطاء وگمراہی سے بچانا تھا دراصل یہ بھی وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کی ایک عملی صورت تھی جو منجانب اللہ وجود میں آئی۔ حضرت فقیہ الامتؒ لکھتے ہیں: ”قرونِ مشہود لہا بالخیر میں حفاظتِ قرآن پاک کے لیے یہ سب کچھ کردیا گیا؛ تاکہ لوگ غلط نہ پڑھیں اور تحریف نہ ہوجائے۔“(۱۳)

اس سلسلہ میں مشہور قول یہ ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی والیِ عراق نے اپنی ولایت کے زمانہ میں قرّاء وعلماء کی ایک جماعت کو جو صحابہؓ اور تابعینؒ پر مشتمل تھی حصصِ قرآن کی تعیین اور اس کے کلمات وحروف کے شمار پر مامور کیا اور انھوں نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حُسنِ قبول عطا کیا؛ چنانچہ امت اس پر عمل کرتی چلی آرہی ہے(۱۴)۔ صاحب تفسیرِ حقانی اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں: علماء نے سہولتِ حفظ کے لیے قرآن کو تیس حصوں میں بہ حساب مہینوں کے دنوں کے منقسم (کرکے کہ ہر ایک کو جزء یا پارہ کہتے ہیں پھر ہر پارہ کو چار حصوں میں منقسم) کیا ہے اور ان پر ربع، نصف، ثلث لکھ دیا ہے اور ہر حصہ کو رکوعات میں منقسم کیا ہے۔ (البیان فی علوم القرآن، ص:۲۶۸)

(۱) پاروں کی تقسیم: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ: ہر مہینہ ایک ختم کیا کرو۔ اس ارشاد پر عمل کرنے کے لیے (قرآن پاک جب تیس دنوں میں تقسیم

کریں گے تو) ہر رات ایک پارہ یعنی تیسواں حصہ کی مقدار قرأت ہوا کرے گی (۱۵)؛ چنانچہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ہر ماہ ایک قرآن ختم کرتی تھی (۱۶)۔

(۲) منزل کی تخصیص: مذکورہ فرمانِ نبوی کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے جب مزید رغبت وقوت کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے واسطے ہفتہ مقرر کیا یعنی ہر ہفتہ ایک ختم کیا کرو پھر اکثر صحابہؓ نے بھی اپنا یہی معمول بنالیا، جیسا کہ شروع میں اوس بن حذیفہ کے حوالہ سے صحابہ کا معمول ذکر کیا گیا؛ چنانچہ پہلی شب میں فاتحہ کے بعد تین سورتیں، دوسری شب میں اس کے بعد پانچ سورتیں، تیسری شب میں سات، چوتھی شب میں نو، پانچویں شب میں گیارہ، چھٹی شب میں تیرہ سورتیں اور ساتویں شب میں بقیہ قرآن پورا کرتے تھے۔

ان منزلوں کو سہولت کے لیے ''فمی بشوق'' سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ہر منزل کی پہلی سورہ کے نام کا پہلا حرف لے کر یہ جملہ بنایا گیا ہے (۱۷)۔

(۳) نصف، ربع، ثلثہ کی تقدیر: حضرت صحابہ کرامؓ میں ایک جماعت ہر دو ماہ میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتی تھی، امام نوویؒ لکھتے ہیں فَكَانَ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ يَخْتِمُوْنَ فِيْ كُلِّ شَهْرَيْنِ خَتْمَةً (۱۸) لہٰذا روزانہ پارہ کا نصف تلاوت کرتے ہوں گے۔ پس ہر پارہ کے نصف کا سراغ لگ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کتنے دنوں میں قرآن ختم کرلیں، ارشاد فرمایا چالیس دنوں میں ختم کردیا کرو (۱۹) اس حدیث کے مطابق عمل کرنے کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید کو چالیس حصوں میں تقسیم کرکے روزانہ ایک جزء پڑھا جائے؛ چنانچہ نصف پارہ پر ایک ربع کا اضافہ کرلیا جائے تو پورے قرآن کا چالیسواں حصہ بن جاتا ہے؛ اس لیے ہر پارہ کو چار حصوں میں تقسیم کرکے حصۂ اول پر ربع کی علامت اور دو ربع پر نصف اور تین ربع پر ثلثہ کی علامت مقرر کی گئی؛ تاکہ قرآن میں کہیں سے بھی تین چوتھائی کی قرأت کرنے سے چالیسواں حصہ کی تلاوت ہوجائے۔

(۴) رکوعات: نماز میں قرأت کی فرضیت ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں سے ادا ہوجاتی ہے، مگر واجب کی ادئیگی کے لیے سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورہ کا ملانا بھی ضروری ہے؛ چونکہ رکعت میں مکمل سورہ کا پڑھنا مستحب ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے عموماً ایسا ہی منقول ہے (۲۰) چنانچہ چھوٹی چھوٹی سورتیں جو چند آیات پر مشتمل ہیں، مکمل پڑھ کر رکوع کیا جاتا تھا، اس لیے وہ ایک مقدارِ قرأت تھی جس کو رکوع سے تعبیر کیا گیا اور اسی طرح جہاں آیات کی تعداد زیادہ

تھی، وہاں معانی کوملحوظ رکھ کراور طریقۂ نزول کا اعتبار کرتے ہوئے چند آیات کے مجموعہ پر رکوع کی تعیین کردی گئی؛ تاکہ رکعتوں میں اس کا پڑھنا آسان ہو۔

آیات وسورتوں کی ترتیب وتقسیم:

سورہ کہتے ہیں قرآن پاک کی اس مخصوص ومحدود مقدار کو جس کی ابتدا، وانتہا، متعین ہو اور کم از کم تین آیتوں پر مشتمل ہو، مثلاً سورۂ کوثر۔

آیت کہتے ہیں قرآن کا ایک حصہ جس میں کم سے کم چھ حروف ہوں اور اس کا اول وآخر متعین ہو جیسے ثُمَّ نَظَرَ (۲۱)۔

اب جاننا چاہیے کہ آں حضور ﷺ پر جو آیتیں نازل ہوتی تھیں، انھیں کاتبینِ وحی کے ذریعہ لکھوا کر ارشاد فرماتے: اِن آیتوں کو فلاں سورہ کے فلاں مقام پر فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے رکھا جائے۔ نیز سورتوں کا موقع ومحل بھی مقرر فرماتے تھے کَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَیْهِ الشَّیْءُ دَعَا بَعْضَ مَنْ کَانَ یَکْتُبُ فَیَقُوْلُ ضَعُوا هٰذِهِ الآیاتِ فِیْ السُّوْرَةِ الَّتِیْ یَذْکُرُ فِیْهَا کَذَا وَ کَذَا (۲۲) اس طرح تمام آیات وسورتوں کی ترتیب سے حضور ﷺ آگاہ فرماتے رہتے؛ یہاں تک کہ پورا قرآن پاک تحریری شکل میں مرتب اور منضبط ہوگیا؛ غرض یہ کہ نفس آیت وسورہ کی معرفت جس طرح شارع کی طرف سے ہے (۲۳) اسی طرح آیات وسُور کی ترتیب وتقسیم بھی من جانب الشارع ہے (۲۴)۔ یہ بندوں کا محض نتیجۂ فکر یا اُن کی عقل کی دریافت نہیں ہے؛ بلکہ شارع کی طرف سے ہے اسی کو ''توقیف'' کہتے ہیں۔

پس قرآنی آیات اور سورتوں کی موجودہ ترتیب جو حضور ﷺ کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہر سال کے عرض (دور) اور عرضۂ اخیرہ کی ترتیب کے عین مطابق ہے اور جو تواتر وتعامل سے منقول چلی آرہی ہے، یہی حق اور قطعی ہے (۲۵) صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کو اسی ترتیب کے مطابق بغیر کسی کمی بیشی کے جمع کیا اور اسی طرح لکھا جس طرح حضور ﷺ سے سنا اپنی جانب سے نہ تو کچھ تقدیم وتاخیر کی اور نہ کوئی ایسی ترتیب قائم کی جو حضور ﷺ سے اخذ (حاصل) نہ کی ہو (البیان فی علوم القرآن ص:۲۷۴)۔

جو قرآن رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے پوری دنیا میں آج تک بغیر کسی حرف یا حرکت کی تبدیلی کے بے شمار تعداد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رسم کے مطابق نقل ہوتا چلا آرہا ہے اور امت کے اَن گنت افراد اپنے سینوں میں محفوظ کرتے چلے آرہے ہیں اور قیامت تک

ان شاء اللہ جمہورامت اسی طرح متفق رہے گی، وہی قرآن، قرآن ہے، حق ہے اس کے علاوہ باطل ہے۔

سورتوں کی ترتیب اور تقسیم میں بہت سی حکمتیں بیان کی گئی ہیں مثلاً (۱) ہرسورہ کوایک مستقل معجزہ کی شکل میں پیش کرنا۔ (۲) پڑھنے اور حفظ کرنے والوں کے دل میں خوشی پیدا کرنا؛ تاکہ انھیں معلوم ہوجائے کہ ہم ایک حصہ ختم کرچکے۔ (۳) مربوط مضامین کو یکجا کرنا۔ (علوم القرآن للافغانی،ص:۱۴۲) (اتقان:۱/ ۸۸)

مکی ومدنی آیات وسُورکی توضیح:

قرآن مجید صحابۂ کرامؓ کے درمیان نازل ہورہا تھا؛ اس لیے وہ بہ خوبی واقف تھے کہ کون سی آیت یا سورہ کب، کہاں اور کس کے حق میں نازل ہوئی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ واللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کتاب اللہ کی کوئی سورہ اور کوئی آیت جو بھی نازل ہوئی ہے میں خوب جانتا ہوں کہ کہاں اور کس سلسلہ میں نازل ہوئی ہے(۲۶)۔ ایک شخص نے حضرت عکرمہؒ (تلمیذ ابن عباسؓ) سے کسی آیت کے متعلق پوچھا تو فرمایا وہ آیت فلاں پہاڑ (سلع) کے دامن میں اتری ہے۔ (۲۷)

اورظاہر ہے کہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ جو ایمان وعقائد اور واقعات وتذکیر پر مشتمل ہے، مکی زندگی میں نازل ہوا اور احکام شرعیہ وسیاست مُلکِیہ سے متعلق قرآن کا حصہ مدنی زندگی میں نازل ہوا ہے، مکی ومدنی کی معرفت کا پورا دارومدار صحابہؓ وتابعینؒ کی یادداشتوں پر ہے(۲۸) مکی ومدنی کی توضیح کی ضرورت اس وقت لاحق ہوئی جب مجتہدینِ امت نے احکام شرعیہ کے استنباط کے موقع پر دلائل میں تعارض محسوس کیا اور اس کے رفع کے لیے ناسخ ومنسوخ جاننے کی ضرورت پڑی؛ چونکہ مکی زندگی حضور ﷺ کی مقدم ہے مدنی زندگی پر، لہٰذا جو آیت مدنی ہوگی وہ لامحالہ متأخر ہوگی اور اسے ناسخ کا درجہ دیا جاسکے گا اور جو آیت مکی ہوگی وہ منسوخ قرار پائے گی؛ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے آثار اور تابعینؒ کے اقوال کا تتبع کیا گیا تو اس تلاش وجستجو کے نتیجہ میں علماء کے تین نظریات سامنے آئے، جن میں زیادہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ جو سورہ یا آیت قبل الہجرت نازل ہوئی وہ ''مکی'' ہے، خواہ شہر مکہ میں یا اس کے قرب وجوار میں نازل ہوئی ہو اور جو آیت یا سورہ بعد الہجرت نازل ہو وہ ''مدنی'' ہے چاہے مدینہ میں یا اس کے اطراف میں حتی کہ مکہ ہی میں کیوں نہ اتری ہو، بہ ہرحال مدنی کہلائے گی(۲۹)۔

مکی ومدنی کی ظاہری علامتیں:

مکی و مدنی سورتوں میں امتیاز کے لیے کوئی حتمی قاعدہ نہیں ہے؛ البتہ علماء نے کچھ علامتیں ذکر کی ہیں مثلاً: (۱) ہر وہ سورہ جس میں لفظ ''کلاّ'' آیا ہو وہ مکی ہے۔ یہ لفظ پورے قرآن میں ۳۳ مرتبہ آیا ہے اور وہ بھی نصف اخیر میں۔ (۲) ہر وہ سورہ جس میں سجدہ ہے وہ مکی ہے۔ (۳) ہر وہ سورہ جس کے شروع میں حروف مقطعات ہیں وہ مکی ہے، سوائے سورۂ بقرہ اور آل عمران کے کہ دونوں بالاتفاق مدنی ہیں۔ (۴) ہر وہ سورہ جس میں نبیوں کا قصہ ہے وہ مکی ہے سوائے بقرہ کے۔ (۵) ہر وہ سورہ جس میں حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان لعین کا قصہ ہے وہ مکی ہے، سوائے بقرہ کے۔ (۶) ہر وہ سورہ جس میں حدود وفرائض کا ذکر ہے وہ مدنی ہے (۷) ہر وہ سورہ جس میں جہاد کی اجازت اور احکام جہاد کا بیان ہے وہ مدنی ہے۔ (۸) ہر وہ سورہ جس میں منافقین کا ذکر ہے وہ مدنی ہے (۳۰)

معنوی علامتیں:

ان ظاہری علامتوں کے علاوہ کچھ معنوی علامتیں بھی ہیں جنھیں خصوصیات کہنا چاہیے، صاحب ''مناہل العرفان'' نے مکی سورتوں کے چھ خواص اور مدنی سورتوں کے تین خواص بیان کیے ہیں۔ یہاں صرف ایک نمونہ کے طور پر لکھا جاتا ہے۔

مکی سورتوں میں اصولِ اخلاق اور اجتماعی حقوق کی تشریح اس انداز سے کی گئی ہے کہ کفر فسق، معصیت، جہل، طبعی سختی، قلب کی گندگی اور الفاظِ قبیحہ کی کراہت دل میں آجائے اور ایمان، طاعت، رحمت، اخلاص، والدین کے ساتھ حسن سلوک، پڑوسیوں کا اکرام، دوسروں کا احترام، قلوب کی طہارت، زبان کی نظافت وغیرہ دل میں اتر جائے اور مدنی سورتوں میں احکامِ شرعیہ کی تفصیل اور اس کے دقائق، شہری وملکی، اجتماعی وجنگی، حکومت و جنایت کے قوانین، نیز حقوقِ شخصیہ اور دوسری عبادات اور معاملات کی تشریح کی گئی ہے۔ (۳۱)

❁ ❁ ❁

حواشی:

(۱) الاتقان:۲/۱۶۰۔

(۲) اتقان:۱/۵۵۔

(۳) ارشادالساری:۱/۶۵، اتقان:۱/۶۰ مطبوعہ دہلی، دیکھیے فتاویٰ محمودیہ:۱/۱۸عن تفسیر ابن کثیر۔

(۴) اتقان:۱/۵۶۔

(۵) اتقان:۱/۵۵۔

(۶) اتقان :۱/ ۵۶،فوائدعثمانی پ۱۹، بیان القرآن پ۱۵،پ ۱۹۔
(۷) اتقان :۱/ ۳۹،مناہل العرفان: ۱/ ۹۷، البرہان للزرکشی:۱/ ۲۶۳۔
(۸) برہان للزرکشی :۱/ ۳۰۷عن تفسیر ابن کثیر۔
(۹) برہان :۱/ ۳۰۷، اتقان:۱/ ۸۵ ۔
(۱۰) شامی:۱/ ۲۶۱۔
(۱۱) اصول تفسیر لمالک: ۴۶ ۔
(۱۲) احیاء العلوم: ۱/ ۳۳۶۔
(۱۳) فتاویٰ محمودیہ (قدیم) ۱/ ۱۹۔
(۱۴) تفسیر قرطبی:۱/ ۶۳،۶۴۔
(۱۵) تفسیر فتح العزیز: ۱/ ۲۹۔
(۱۶) الاذکار للنووی:۱/ ۱۱۸۔
(۱۷) فتح العزیز :۱/ ۲۹۔
(۱۸) الاذکار۔
(۱۹) اتقان عن ابی داوٗد۔
(۲۰) ومِن ثم کانتِ القراءۃ فی الصلاۃ بسورۃِ افضل ،اتقان :۱/ ۸۸ ۔
(۲۱) شامی:۲/ ۲۵۶، طبع بیروت۔
(۲۲) البرہان للزرکشی۔
(۲۳) اتقان :۱/ ۸۸ ۔
(۲۴) ایضاً۔
(۲۵) فتح الباری:۹/ ۵۲۔
(۲۶، ۲۷) مناہل العرفان:۱/ ۱۹۶ ۔
(۲۸) مناہل:۱/ ۱۹۶۔
(۲۹) مناہل واتقان وفضائل القرآن لابن کثیر۔
(۳۰) مناہل العرفان: ۱/ ۱۹۶۔
(۳۱) ایضاً :۱/ ۲۰۳۔

❁ ❁ ❁